سوانح عمری

حضرت خواجہ

شاہ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ

تحریر

سید عبدالغنی کلیمی رحمتہ اللہ علیہ

سجادہ نشین

نقشہ مزار پر انوار فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی چشتی رحمۃ اللہ علیہ واقع دہلی درمیان جامع مسجد و قلعہ

دکن میں ہند میں پنجاب میں پورب میں توقف میں
تمہارا فیض ہے پھیلا کلیم اللہ جہاں آبادی
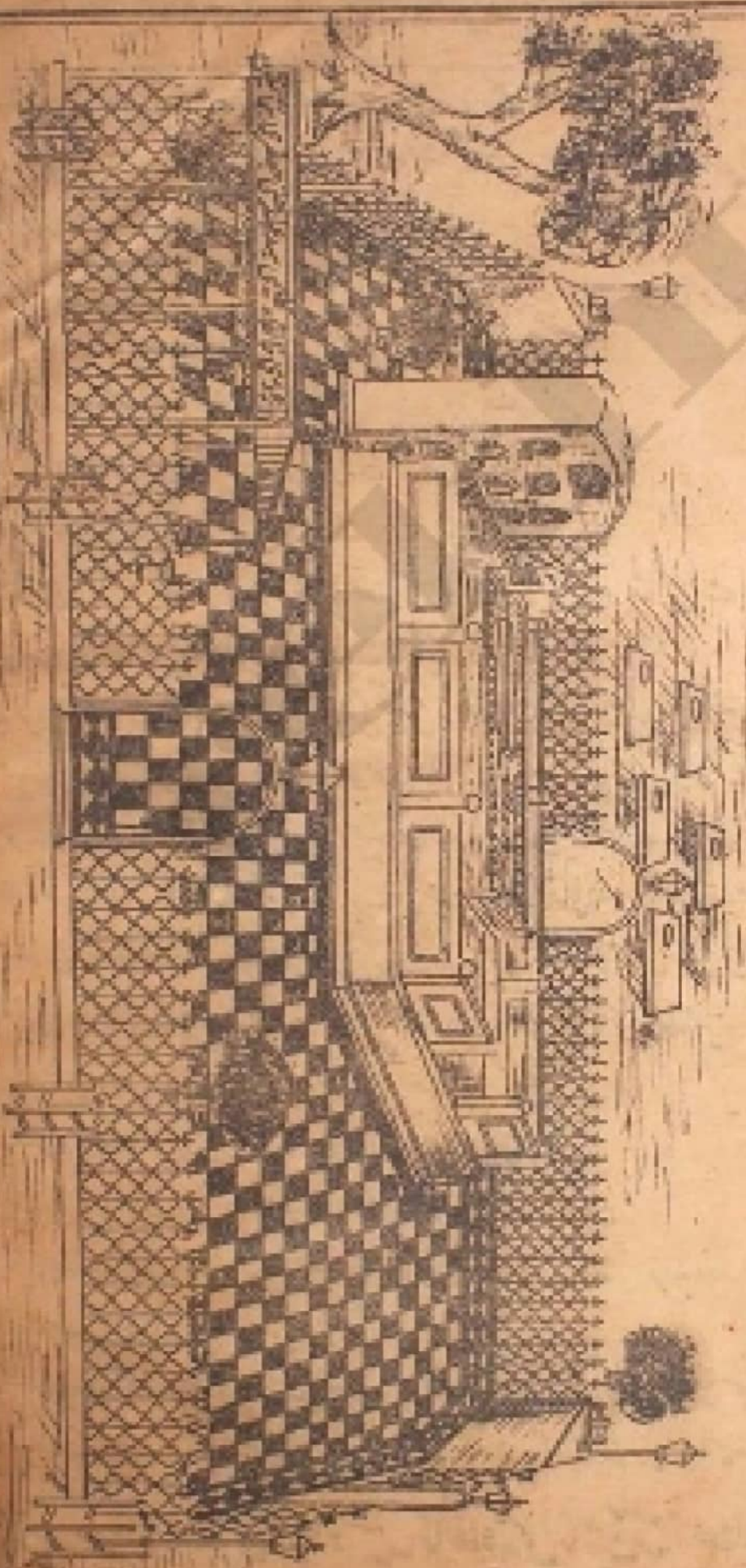
سوانح عمری حضرت شیخ غریب نواز

خواجہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ مصنف سواء السبیل کلیمی

مرقع کلیمی کشکول کلیمی مکتوبات کلیمی و تلمک عشرہ کاملہ

حضرت کی پیدائش دہلی مبارک میں بتاریخ ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۰ھ کو ہوئی۔ گویا تاریخی اسم گرامی ہے حضرت
کا فیض ہوا۔ اوائل عمر میں علم کا شوق ہوا۔ ظاہری علوم کتب و حدیث و فقہ سے فراغت پائی۔ محبت الٰہی جو
میں آتش پیر کامل کی تلاش ہوئی۔ اور بہ ندائے ہاتف غیبی مکہ معظمہ الشریف چلے گئے اور وہاں سے بموجب فرمانے ایک
مجذوب کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی شرف ہی اور بعد قطبیت ملی اور
خلیفہ اعظم ہوئے۔ مکہ معظمہ واپس آئے تو جو شخص جناب کی زیارت کرتا قطب عالم کہکر مخاطب ہوتا

کتب سیر کی ایک ضخیم فارسی قلمی کتاب میں آپکی بیعت کا مفصل واقعہ اسطرح لکھا ہے۔ کہ جب آپ جمیع علوم
خصوصاً علم حقائق سے فارغ ہوئے تو طلب باطنی نے وہیں راہ پائی اور حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کشش
فرمائی اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آوازہ کمال و صیت جمال مشکل کشائے او ثنی طہا و ماوائے درویش حق
حضرت شیخ یحییٰ مدنی کو گوشگذار ہوا۔ تو بہ والہ وار اس پیر دانے دین پر نثار ہونے لگے اور اپنے حسب حال
یہ رباعی فرماتے تھے۔

اے کہ تو از نام تو مے بارد عشق — وز نامہ و پیغام تو مے بارد عشق
عاشق شود آں کس کہ بکوئیت گذرد — گویا ز در و بام تو مے بارد عشق

معتبر روایت ہے کہ جب حضرت شیخ شرف بیعت سے مشرف ہوئے فوراً خرقہ خلافت سے سرفرازی پائی۔
جب حضرت نے شاہجہاں آباد رخصت کیا تو فرمایا کہ ایک شخص کہ شیخ الہداد نامی دہلی کا رہنے والا آج رات عالم
معانی میں ہم سے مرید ہوا ہے جب تم نزدیک شہر کے پہنچو اس سے اچھی طرح ملاقات کرنا کہ وہ بھی تم ہی جیسا ہمارا بچہ
ہے اور شجرہ و کلاہ ہماری طرف سے پہنچا دینا۔ جب حضرت شیخ نے اپنے پیر روشن ضمیر سے رخصت لی۔ تو قطع
منازل فرماتے ہوئے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی درگاہ میں وارد ہوئے۔ اور رات وہیں
بسر کی۔ اسی رات حضرت شیخ الہداد نے اپنے پیر معنوی کو خواب میں دیکھا فرماتے کہ مرید و خلیفہ خاص الخاص
ہمارا شیخ کلیم اللہ جس نے ظاہری آنکھوں سے تجھے دیکھا ہے آج صبح ان اوصاف کے ساتھ وارد ہوگا جا

طہارت کامل کے ساتھ اس کا استقبال کرنا اور شجرہ و کلاہ جو ہم نے تمہارے واسطے بھیجا ہے۔ اس سے
چلو۔ بیدار ہوئے تو صبح کی نماز سے بطہارت کامل فارغ ہو کر پرانی دلی سے اسطرف روانہ ہوئے تھوڑا ہی راستہ
چلے تھے دیکھا کہ ایک شخص پیدل آرہے ہیں اور پیچھے لوگ خالی سواری لاتے ہیں۔ آپنے تعلق دلی سے پہچان لیا
کہ یہ صاحب جو آگے تشریف لاتے ہیں یقین ہے کہ پیشوائے دین حبیب اللہ حضرت شیخ کلیم اللہ ہی ہیں
کہ انوار و برکات آپکی ذات سے آشکار تھے۔ اور حضرت شیخ نے بھی دور سے دیکھا اور باطنی آنکھوں اور آثار
و نشان جو پیر سے سنے تھے پہچان لیا کہ شیخ اچھا یہی ہیں اور مثل قران السعدین جب قریب ہوئے اور نام و
نشان تحقیق ہو گیا تو شیخ اچھا نے فرمایا کہ ذرا آپ بیٹھ جائے کہ میں آپکے قدم چومتا ہوں۔ کہ حضرت پیر سے پیر کو اپنے
ان آنکھوں سے دیکھا اور ملاقات فرمائی۔ اس لیئے میرے سے آپ کو زیادہ فضیلت ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا
کہ میں نے بدقت سفر راہ و قطع منازل کرکے زیارت آں حضرت کی کی ہے۔ مجھے اسقدر بزرگی نہیں ہے جتنی
تم کو ہے کہ تم نے چشم باطن سے آنحضرت کو دیکھا ہے۔ اور بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت نے از خود شجرہ
و کلاہ میرے ہاتھوں عنایت فرمایا۔ غرض اپنے اصرار و انکار سے شیخ اچھا حضرت شیخ کلیم اللہ کے تصدق
ہوئے اور اس کیفیت میں اسقدر ذوق و شوق تھا۔ کہ گویا طواف کعبہ ہو رہا ہے اور حضرت شیخ بھی شیخ اچھا
صاحب کے تصدق ہوئے اور تا حین حیات درمیان ان دونوں بزرگوں کے نہایت ذوق و شوق اور اتحاد
سے گذری۔ مزار شیخ اچھا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس حجرے میں ہے جو زیر روضہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ
علیہ واقع ہے۔ اور مولوی غلام فرید صاحب پیر بھائی اور خلیفہ اس روایت کے مصنف کا بھی وہیں مزار ہے
یہ مصنف لکھتے ہیں کہ جب شہر شاہجہاں آباد کی رونق و آبادی تازہ تازہ تھی درمیان جامع مسجد و قلعہ
کے جناب نے مسکن فرمایا۔ اور اکثر بعد نماز عصر بطور تفریح برائے سیر دریا تشریف لے جاتے اور خوش نصیب
جو ہمراہی میں حاضر ہوتے ان سے ذکر آبادی شہر و تیاری قلعہ کا فرمایا کرتے ختم ہوا بیان اس بڑی کلی
کتاب کا۔

حضرت شیخ مشاہیر اولیاء العہد اور اکابر علمائے کرام سے ہیں۔ عالم باعمل اور ولی کامل بزرگ
تھے۔ علم ظاہری کی تکمیل شیخ ابو الرضاؒ اور علوم باطن کی تحصیل شیخ ابو الفتح صاحبؒ سے کی۔
درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا اور دور دور سے لوگ علم دین حاصل کرنے آتے اور حضرت سے
سند فضیلت لیکر جاتے اور جو آتا محبت سے سمجھاتے اور اللہ کا نام بتاتے
درس و تدریس کے ساتھ استفادہ خاص و عام کے لئے تصانیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ تصنیفات
تو حضرت کی بہت بیان کیجاتی ہیں۔ تاہم یہ کتابیں زیادہ مشہور اور مقبول ہیں

تفسیر کلیمی جو قرآن شریف کے ساتھ ساتھ حاشیہ پر بزبان عربی غالباً ایک دفعہ طبع ہوئی اور اب نایاب ہے
سواء السبیل کلیمی عربی مع ترجمہ اردو جو سلوک و تصوف کا بیش بہا خزانہ ہے ہدیہ ایک روپیہ عہ۔
عشرہ کاملہ عربی مع ترجمہ اردو، تصوف کے مختلف دس مسائل جو حضرت نے رمضان شریف کے اعتکاف میں
لکھے ہیں ہدیہ بارہ آنہ۔ کشکول کلیمی فارسی مع ترجمہ اردو تصوف اور ذکر و اشغال میں مبتدی اور منتہی دونوں
کے کام کی ہدیہ آٹھ آنہ۔ مرقع کلیمی فارسی مع ترجمہ اردو، نقوش و تعویذ کے عملیات میں مختصر کتاب ہدیہ آٹھ آنہ
مکتوبات کلیمی فارسی جو اخلاق و تصوف اور قدرے خانگی حالات سے پُر ہے ہدیہ آٹھ آنہ۔ تسنیم۔ رسالہ رد
روافض اور ملاحدہ۔ آخر الذکر تین کتابیں ابھی نہیں چھپی ہیں منجملہ آخری دو اس فقیر کے پاس قلمی موجود ہیں
جن کے جلد طبع کرانے کا ارادہ ہے۔ شائقین انتظار فرمائیں۔ اور شروع کی پانچوں کتابیں جو چھپ کر
تیار ہیں بذریعہ قیمت طلب پارسل یا اصل قیمت بھیجکر پتہ ذیل سے طلب فرمائیں۔ (سید عبدالغنی جعفری سجادہ
نشین خانقاہ کلیمی مابین جامع مسجد و لال قلعہ دہلی

حضرت کے والد شیخ نور اللہ صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ علم ہندسہ (فن انجینیری) میں دستگاہ کامل رکھتے
تھے جامع مسجد دہلی کے دروں وغیرہ پر کتبات آپ ہی کے دست مبارک سے لکھے ہوئے ہیں۔ اور اس کام
کے لئے شاہجہاں بادشاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص انکو انتخاب کرنا قدردانی کی دلیل تھی۔ ممکن ہے حضرت
کا وطن مالوف کبھی قصبہ جہان آباد ہو۔ لیکن حضرت شیخ کی نسبت یہ خیال اصلیت سے دور ہے کہ بجائے شاہجہان
آباد کے کہیں کہیں جہان آبادی لکھا ہو؟ آپ کا جہان آباد سے تشریف لانے کی دلیل ہے جبکہ اکثر کتب سیر
میں حضرت کی پیدائش خاص دہلی شاہجہان آباد کی لکھی ہے۔ علاوہ ازیں مکتوبات کلیمی میں جو حضرت کی تصنیف ہے
جابجا حضرت اپنے نام کے ساتھ شاہجہان آبادی تحریر فرماتے ہیں۔

زمانہ حیات میں گو فتوحات بہت کچھ تھی۔ لیکن [illegible] جو کچھ آتا تھا لنگر خانہ جاری میں صرف ہو جاتا تھا۔
ذاتی آمدنی حضرت کی بہت کم تھی۔ تاہم اسی میں گذر فرماتے تمام غنی کے ساتھ دل بھی غنی تھا۔ بادشاہ وقت فرخ سیر
نے بہت چاہا کہ آپ کو کوئی جاگیر وغیرہ پیش کرے اور ماہانہ وظیفہ بھی مقرر کرے لیکن حضرت نے منظور نہ فرمایا
اور جو دو ڈھائی روپے کرایہ مکان کے آتے تھے بس وہی نعمت اسی میں مع اہل و عیال گذر فرماتے کہ الفقر
فخری طرہ امتیاز تھا۔ سماع سے انکو بہت شوق تھا۔ حالت وجد میں جس پر نظر ڈالتے تڑپا دیتے تھے۔ حضرت نے اپنی کتاب
عشرہ کاملہ میں ایک باب بھی اس بحث پر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ جو قوالی و مزامیر کا بے نکیر فیصلہ مانا جاتا
ہے۔ اپنے پیران عظام کا عرس منعقد فرماتے تو سوائے مریدوں کے کسی کو سماع میں نہ آنے دیتے ایک دفعہ کا
ذکر ہے کہ حضرت سماع میں مشغول تھے۔ کہ دربان نے عرض کیا کہ نظام الدین نام ایک جوان حاضر ہے اور

اندر آنے کی اجازت کا طالب ہوا، آپ نے فرمایا بلالو۔ معتقدین نے عرض کیا کہ آپ بوقت سماع غیر استحقاق کو آنے نہیں دیتے ہیں آپنے فرمایا کہ بابا وہ بھی کوئی غیر نہیں ہے جب مولانا حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص حالت وجد میں حضرت شیخ کے گرد شمع پر پروانہ کی طرح نثار ہوا جاتا ہے۔ آپ نے حضرت سے دریافت کیا کہ یہ شخص کس لئے اس درجہ بیخود ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بابا نظام یہ علم باطن کا مزا چکھے ہوئے ہے۔ تم علم ظاہر پڑھتے ہو تم نہیں سمجھ سکتے۔ مولانا نے عرض کیا حضرت مجھکو بھی اس علم کی تعلیم دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس تعلیم کے لئے بیعت کی ضرورت ہے۔ مولانا نے یہ شعر پڑھا اور اسی وقت حضرت سے بیعت ہوئے۔ سپردم بتو مایۂ خویش را۔ تو دانی حساب کم و بیش را۔ اور پھر یہاں تک اس علم کو حاصل کیا کہ حضرت شیخ کے خلیفہ اعظم ہوئے اور حضرت شیخ نے دکن کی ولایت سپرد کرکے مولانا کو اورنگ آباد بھیجدیا اور اب وہیں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے لاکھوں روپے کی جاگیر اعلیٰ حضرت اقدس حضور نظام کے عہد امجد کی طرف سے اورنگ آباد کی نظامی خانقاہ کو عطا ہوئی ہے۔ گو حضرت شیخ امر یہ فرماتے کہ سوائے نماز جمعہ کے بہت کم باہر تشریف لاتے بادشاہ و امراء سے پرہیز کرتے تھے لیکن وہ لوگ پائے بوسی کو اپنا فخر سمجھتے تھے

حضرت شیخ غریب نواز چاروں سلسلوں میں صاحب مجاز تھے۔ چشتیہ قادریہ سہروردیہ میں قطب المدینہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ طریقہ نقشبندیہ میں آپ پیر حرم کے محرم راز تھے۔ ہزاروں مرید اور سینکڑوں طالب ہوئے۔

آپ کے خلفا میں یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں حضرت محمد ہاشم مولانا شاہ ضیاء الدین۔ مولانا شاہ جمال محمد عبدری۔ شاہ ناتوبین کا مزار دہلی شریف کی مسجد فتحپوری میں واقع ہے۔ مولانا عبد الحمید خواجہ یوسف خواجہ حسن کے مزارات حیدرآباد دکن میں زیارتگاہ خاص و عام ہیں۔ اور مولانا نظام الدین اورنگ آبادی تو خلیفہ اعظم ہوئے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت شیخ غریب نواز کا نام متوسلین سلسلہ کے لئے وظیفہ شجرہ چشتیہ نظامیہ کی جان ہے آپ ہی کی ذات بابرکات سے چشتیہ نظامیہ جیسی نعمت جو ایک عرصہ سے عرب شریف چلی گئی تھی۔ مکرر ہندوستان میں جاری ہوئی آج لاکھوں آدمی حضرت کے فیض اور فیضان باطن سے مستفیض ہیں۔ حضرت شیخ غریب نواز کا شجرہ شریف مطرح یہ ہے۔ مقدس حق و مظہر فضل مجلا موجودات خلاصہ کل کائنات خاتم النبیین شفیع روز محشر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ باب العلوم امام المشارق والمغارب امیر المومنین حضرت مولا مشکلکشا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عبد الواحد بن زید۔ خواجہ فضیل ابن عیاض۔ خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی۔ خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشی۔ خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری۔

ف ہر اسم گرامی کیساتھ ایصال ثواب صاحب کیلئے بروح پاک اور مقصد برآری کیلئے بحرمت پاک کہکے پڑھنا چاہئے

خواجہ ممشاد علو دینوری خواجہ ابو اسحٰق شامی چشتی خواجہ ابو احمد ابدال چشتی خواجہ ابو محمد چشتی۔
خواجہ ابو یوسف ناصر الدین چشتی۔ خواجہ قطب الدین مودود چشتی خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی۔
خواجہ عثمان ہارونی چشتی نائب رسول اللہ فی الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری
غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی۔ شیخ الاسلام
والمسلمین حضرت خواجہ فرید الدین چشتی گنجشکر بدر الملۃ والدین حضرت محبوب سید نظام الدین محمد
بن سید احمد بن علی بخاری بدایونی چشتی مستغرق بحر شہود حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی چشتی
حضرت شیخ کمال الدین علامہ حضرت شیخ سراج الدین چشتی حضرت شیخ علم الدین حضرت شیخ محمود عرف شیخ
راجن چشتی حضرت شیخ جمال الدین عرف شیخ جمن چشتی حضرت شیخ حسن محمد چشتی شیخ محمد چشتی قطب المدینہ حضرت شیخ یحییٰ
مدنی چشتی متخلق باخلاق اللہ متصف باوصاف اللہ فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی

آپ کے خرق عادات اور کرامات تو بیان سے باہر ہیں۔ تاہم حیدرآباد دکن کی ایک مشہور روایت جو
آپ کی کرامت کی منجملہ متعدد کرامتوں کے بیّن دلیل اور عام طور سے اسطرح مشہور ہے۔ کہ جس وقت نواب
نظامی حیدرآباد کا ناظم صوبہ سرکش ہو گیا۔ تو بادشاہ وقت نے متواتر مہمات سرکوبی کے لئے بھیجیں مگر جو گیا ناکام
رہا حتیٰ کہ دربار میں آصف جاہ اول جو اعلیٰ حضرت واقدس موجودہ خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کے جد امجد
اور مورث اعلیٰ تھے ان کا بھی نمبر آیا اور بادشاہ نے کہا کہ اس دفعہ آپ اس مہم پر جائیں۔ آصف جاہ خلد
آشیان روانگی مہم سے پیشتر حضرت شیخ غریب نواز رح کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور حیدرآباد جانے
کا مفصل واقعہ عرض کر کے دعائے خیر کے طالب ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے روحانی طور پر دکن کی ولایت
اپنے خلیفہ خاص نظام الدین اورنگ آبادی کو دی ہے۔ ہم ان کو رقعہ لکھ دیتے ہیں۔ جیسا تم چاہو گے انشاءاللہ
ویسا ہی ہوگا۔ آصف جاہ موصوف نے وہ رقعہ دست مبارک کا لکھا سر پر رکھا اور حیدرآباد مقابل ہونے سے
پہلے حضرت مولانا نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت
مولانا کھانا تناول فرماتے تھے۔ رقعہ گرامی پیش کیا تو حضرت نے باادب کھڑے ہو کر بوسہ دیا اور سر پر
رکھا اور مضمون مندرجہ سے آگاہی فرما کر ایک روٹی پر ہڈی رکھکر آصف جاہ کو دی۔ آں خلد آشیاں نے بخوشی
لے لی اور سر پر رکھا اور کہا یہ ہڈی نہیں بلکہ تاج ہے۔ کیونکہ پیر اور مرید دونوں کے کرم نظام کے ساتھ تھے
جاتے ہی خود سر صوبہ دار کو شکست فاش دی۔ اس کے بعد فاتح نظام برابر حاضر ہوتے رہے۔ اور ایک کروڑ
کوئی لاکھ کی جاگیر پیش کرنے لگے۔ چونکہ آپ کو اپنے پیر حضرت شیخ غریب نواز سے نہایت عقیدت تھی اور بلا حضور کی مرضی
مبارک کے آپ کوئی اہم کام انجام نہ فرماتے حضرت غریب نواز سے استفسار کیا کہ حاکم کس طرح ایک معقول

نذرانہ پیش کرتا ہے حضرت کے جواب کا انتظار ہے۔ حضرت شیخ نے ارقام فرمایا کہ مناسب ہے جو کچھ وہ پیش کرتا ہے کما ساکی دل شکنی نہ ہو۔ اور اس جواب کو حضرت نے اپنی کتاب مکتوبات کلیمی میں لکھا ہے حضرت شیخ کا وصال ۲۴۔ ماہ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ کو ہوا اور حضرت کی عمر مبارک اکیاسی سال نو مہینے کی ہوئی۔ منجملہ متعدد تواریخ وصال کے ایک صاحب نے یہ تاریخ لکھی ہے۔

کلیم اللہ عارف پاک بودہ ۔ باقلیم بقا از فرش بلبودہ
چو پرسیدم ز تاریخ وفاتش ۔ خرد گفتہ کہ ذات پاک بودہ

حضرت شیخ غریب نواز کی تین لڑکیاں اور تین لڑکے تھے۔ اول صاحبزادہ ابو سعید جلال الدین حامد دوسرے صاحبزادہ محمد فضل اللہ تیسرے صاحبزادے محمد احسان اللہ۔ تین صاحبزادیاں اول حضرت بی بی رابعہ دوم بی بی فخر النساء سوم بی بی زینت الحیات عرف بی بی مصری۔ ان صاحبزادی کو حضرت بہت چاہتے تھے اور اب تک بھی حضرت کا کرم ان صاحبزادی صاحبہ کی اولاد کے ساتھ ہے جو لائق صد ہزار شکریہ ہے ان اوراق کا مولف فقیر سید عبد الغنی جعفری بھی ان ہی حضیفہ مکرمہ کی اولاد سے ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

جہاں تک بھی تحقیق ہوا اور خاندانی بزرگوں کی زبانی سنا حضرت کی اولاد کا سلسلہ آگے نہیں چلا۔ اور عجیب اتفاق ہے۔ کہ بعض اشخاص جو حضرت کی اولاد میں ہونے کے مدعی ہیں وہ اپنے تئیں سید بھی کہتے ہیں مولف کے خیال میں اگر وہ لوگ خدا اور رسول کے خلاف اپنا نسب حضرت کی طرف ہی منسوب کرنا چاہتے ہیں تو اپنے تئیں شیخ کہوائیں اور اس اجتماع ضدین کو دور کریں۔ کیونکہ حضرت شیخ غریب نواز کو ایک زمانہ جانتا ہے کہ خلیفہ اول امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت شیخ خود بھی اپنی تصانیف میں جہاں اپنے والد ماجد قبلہ حضرت شیخ نور اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی تحریر کرتے ہیں۔ وہاں ساتھ ہی صدیقی بھی لکھ دیتے ہیں اپنی بات بنانے کیلئے یہ عذر کرنا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ بوجہ اپنی بزرگی کے لقب سے شیخ مشہور ہیں۔ اور در اصل سادات سے ہیں قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اگر صرف شیخ لکھا ہوتا تو ممکن تھا کہ شبہ کو گنجایش ہوتی لیکن جب شیخ کے ساتھ صدیقی بھی لکھا ہو تو بالکل شک کی گنجایش نہیں

شاہان سلف کو حضرت کے ساتھ نہایت عقیدت تھی اور بعد وصال بھی برابر مزار مبارک پر اسی عقیدت سے اسی مراتب کے ساتھ بطور مخصوص سواریوں کے حاضر ہوتے رہے۔ دہلی کے آخر بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو بھی نہایت عقیدت سے حضرت مولانا فخر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت میاں کالے صاحب سے بیعت ہو گئے تھے جو حضرت شیخ کے ہی سلسلہ میں فیض رساں اور صاحب کمال تھے اس سے یہ روایت عام طور پر مشہور ہو گئی کہ حضرت شیخ بادشاہ کے پیر تھے۔ مولف کے خیال میں تو پیر کیا بلکہ بادشاہ کے دادا پیر تھے۔

دہلی شریف عرف بائیس خواجہ کی چوکھٹ میں حضرت شیخ غریب نوازؒ کے مزار مبارک کی بجائے وقوع جامع
مسجد اور لال قلعہ کے بالکل ویران ہے گویا بمصداق مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب مدظلہ دین و دنیا
دونوں حضرت کے ہاتھ میں لینے والا چاہئے۔ آپ کی جگہ حضرت حیات میں رونق افروز تھے۔ حضرت کے وصال
مبارک کو آج دو سو برس ہوئے۔ لیکن انوار و برکات کا ظہور اور فیض رسانی نزدیک و دور برابر ہے۔

مزار مبارک پر ہر جمعرات کو بعد مغرب باقاعدہ ختم۔ اور ہر سال دو عرس بھی منعقد ہوتے ہیں۔ اول
حضرت کے پیر قطب المدینہ حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۶۔۲۷ صفر المظفر کو جن کا مزار مبارک مدینہ
منورہ جنت البقیع میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

دوسرا عرس خاص حضرت کا ۳۰۔۳۱ ربیع الاول کو ہوتا ہے۔ اور ان کا اہتمام و انصرام ہمیشہ میرے
بزرگوں سے متعلق رہا اور اب یہ فقیر سگ درگاہ بحیثیت سجادہ نشین اپنے اجدادِ کرام کی سنت ہر سال
بخیر و خوبی انجام دیتا ہے۔ نقشہ مزار شریف جو صفحہ آخر پر طبع ہے ملاحظہ کیجئے کیا نور برستا ہے خواجہ تیرے
روضہ پہ۔ بڑا اونچا مزار خاص حضرت شیخ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا ہے سرہانے کلمہ طیبہ بخط طغرا کے نیچے
حضرت کا اسم گرامی مع القاب و آداب تحریر ہے اور نیچے یہ رباعی بطور تاریخ وفات کندہ ہے۔

نقل بکمال خویش بود　　مرحم قلب ریش بود　　سال وفاتش گفت ہاتف　　قطب زمانہ خویش بود

آپ کے پیچھے سنگ مرمر کا اونچا چبوترا افتادہ ہے۔ شرقی جانب جو دو مزار ہیں وہ حضرت کے صاحبزادے
کرام فرما ہیں جن کے سرہانے مولسری کا درخت ان حضرات پر سایہ فگن ہونے کیلئے جھکا ہوا ہے۔ مگر بوجہ درخت
تنگ لاغر ہونے کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھر گیا ہے۔ شرقی کنارے دونوں گوشوں پر پانی کے نل نصب ہیں
اور شمال مغرب پر ۱۸×۲۲ فٹ کا سائبان بطور بارہ دری کے نصب ہے۔ اس کے اندر سرس کا بڑا درخت
ہے جس کا ایک تنا باہر نکلتے جاتے ہیں بدلکر فقط حضرت پر سایہ فگن ہے۔ کھرنی کا درخت [illegible] بیچ میں ہونے کے
اور ہر سال عرس شریف شامیانہ نصب ہونے کے بلند ہونے سے رک گیا ہے۔ اور نیچے نیچے پھیل رہا ہے
تمام چبوترہ سیاہ و سفید پتھر کا ٹکڑا [illegible] بنا ہے جو سارا آہنی کٹہرے سے محیط ہے باہر دو طرفہ لکڑی کے
فانوس تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہیں۔ جو بوجہ آہنی ہونے کے اکثر پانی میں گلتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح
جو درخت لگائے جاتے ہیں بوجہ محافظ نہ ہونے کے تلف ہو جاتے ہیں۔ تاہم انشاء اللہ جس وقت یہ درخت بلند ہوں گے
تو مزارات اور تمام چبوترے کو اپنی آغوش میں لے لیں گے۔ مزارات کے شرقی جانب باہر بھی متعدد قبریں ہیں جو حضرت
کے اہل بیت اور پسماندگان کی ہیں۔ ٹھیک سرہانے کی طرف نزدیک ہی جو مزار ہے وہ روایات اور قرائن سے
حضرت کے والد ماجد قبلہ کا ہے۔ کیونکہ جہاں یہ سب قبریں ہیں غدر سے پہلے تک میرے بزرگوں کے مکانات تھے

اور مسکونہ مکان میں کسی غیر شخص کی قبر خلاف قیاس ہے۔ چنانچہ غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے آپ کی خانقاہ ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ جو عبادت خانہ۔ مجلس خانہ۔ لنگر خانہ اور زنانہ خانہ۔ وغیرہ پر مشتمل تھی اور ان سب عمارات کے کے علاوہ ایک اور بھی مکان تھا جسکا ڈیڑھ روپیہ ماہوار کرایہ آتا تھا۔ لیکن انقلاب زمانہ نے غدر کے بعد ہی ان تمام عمارات کو کالعدم کر دیا۔ اور مزار مبارک ایک بڑے چبوترے پر کھلے میدان میں ہو گیا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ اسی چبوترہ کے شمال مغربی گوشہ پر متواتر جد وجہد ماسٹر عزیز الرحمن صاحب ہیڈ منشی لال قلعہ دہلی کی کوشش اور ان کے شاگرد رشید کپتان جے اے شگفتہ صاحب بہادر انٹری مجسٹریٹ لال قلعہ کے ذریعہ جنرل صاحب بہادر دہلی ڈویژن نے اٹھارہ سے بارہ فٹ سائباں کی اجازت دی جو عاقربا حسن عقیدتمندوں کی فوری توجہ سے تیار ہو گیا۔ اور ساتھ ہی دو طرفہ باہر درخت لگانے بھی منظور ہو گئے جہاں ایک لال ٹین بھی جلا جاتا فوجی افسران کے نگرانی جا سکتی تھی وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل اور پیران عظام کی برکت سے بہت کچھ رونق ہو گئی ہے خان بہادر حاجی حکیم احمد سعید خاں صاحب شریفی مرحوم کی عقیدتمندی اور کوشش سے سنگ مرمر کا سیاہ و سفید فرش لگ گیا ہے۔ آب رسانی کی سخت تکلیف تھی۔ سو اللہ تعالیٰ نے دو نل بھی لگوا دیئے ہیں۔ جس سے پانی کی نہایت افراط ہو گئی ہے مخصوص عقیدتمندوں سے امید ہے کہ عنقریب بجلی کی روشنی بھی آ جائے گی اس کے بعد صرف اس بات کی کمی رہ جائے گی کہ چوبیس گھنٹہ کوئی آدمی بطور چوکیدار وہاں میں رہ سکے لیکن اس کے لئے کچھ معمولی ماہوار کی ضرورت ہے۔ اور فقیر کی گذر محض توکل پر ہے۔ میرا کہیں سے کچھ مقرر نہیں تو کسی آدمی کا کیا تقرر کر سکتا ہوں۔

حیدرآباد کی سلطنت کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے لاکھوں فقیر اس دربار کے خیر خواہ ہیں۔ لیکن شاہانہ دربار ہے اور وہاں بڑا توسل درکار ہے مسلمانوں کی عام حالت یہ ہے کہ وہ کسی کے حق میں کلمہ خیر کہتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ احسان ہم پر ہوگا۔ اگرچہ ہمارے اختیار میں یہ کام ہے لیکن ہم کیوں کسی کا احسان لیں گو اس فقیر کے ایک عزیز بڑے عزیز خاص بلدہ میں معقول عہدے پر ممتاز ہیں اور علاوہ ان کے خاص بلدہ کے مشہور مشائخ فقیر کے شناسا اور مہربان ہیں لیکن نہیں معلوم کہ وہ ایسے کار خیر میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اور یہ وقت پر منحصر ہے۔ کہ اتفاق سے

اعلیٰ حضرت واقدس شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

خود ہی اس خانقاہ کی طرف متوجہ ہوں تو یہ امر یقینی ہے کہ دہلی شریف کے بڑے بڑے معزز علمائے کرام و مشائخ ذوی الاحترام اور رئیسان ذوی الاحتشام کے صداقت نامہ اس دعاگو کی طرف سے پیش خدمت ہو سکتے ہیں

دعاگو فقیر سید عبد الغنی جعفری سجادہ نشین خانقاہ کلیمی بابین جامع مسجد و لال قلعہ دہلی۔ یکم رجب ۱۳۴۳ھ